[redacted]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان میں سیاسی جماعتوں کا وجود

۱۶ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو صدر پاکستان نے تمام سیاسی پارٹیوں کو کالعدم قرار دے کر اور انتخابات کو غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر کے ایک دفعہ پھر ملک و قوم کو تباہی سے بچالیا ہے ہم اس اعلان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور جہاں تک ہمارا مطالعہ ہے عوام کی اکثریت صدر موصوف کے اس فیصلے پر نہایت خوش اور تہ دل سے مشکور ہے۔

ویسے تو مغربی جمہوری نظام کا یہ خاصہ ہے کہ اس کے زیر سایہ بہت سی سیاسی جماعتیں معرض وجود میں آجاتی ہیں لیکن پاکستان کی سرزمین اس معاملے میں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی زرخیز ثابت ہوئی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب انتخابات کے انعقاد کا دور دورہ ہو تو کئی نئی جماعتیں اس سرعت سے نمودار ہونے لگتی ہیں جیسے موسم برسات میں "حشرات الارض"۔ جولائی ۱۹۷۷ء میں جب موجودہ حکومت نے عنان حکومت سنبھالی تو اس وقت صدر موصوف کے بیان کے مطابق ان جماعتوں کی تعداد ۶۰ کے لگ بھگ تھی۔ ظاہر ہے کہ کسی ملک میں سیاسی جماعتوں کی اتنی بڑی تعداد کبھی خوشگوار نتائج پیدا نہیں کر سکتی لہٰذا صدر موصوف نے کئی بار انتباہ کیا کہ ان جماعتوں کی اتنی بڑی تعداد قوم و ملک کے لیے تباہ کن ہے۔ اور اس میں بہر طور کمی واقع ہونی چاہیے لیکن اس انتباہ کے باوجود ان جماعتوں کی تعداد بڑھتی ہی گئی اور ۱۹۷۸ء میں یہ تعداد ۸۴ تک پہنچ گئی۔ پھر جب مارچ ۱۹۷۹ء میں انتخابات کے انعقاد کی تاریخ بھی مقرر کر دی گئی، تو اس تعداد میں مزید اضافہ ہونا شروع ہو گیا حتیٰ کہ ان جماعتوں کی تعداد ۱۲۶ تک جا پہنچی۔ بالآخر صدر موصوف کو پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ میں ترامیم کر کے ان کی تحدید کرنا پڑی جس پر یہ جماعتیں چیں بجبیں ہونے لگیں۔ اور حکومت سے محاذ آرائی شروع کر دی۔ ظاہر ہے کہ یہ سب جماعتیں ایک دوسرے کے خلاف بھی محاذ آرائی، گٹھ جوڑ اور ساز باز میں مصروف عمل تھیں۔ پوری قوم تشتت و انتشار کا شکار ہو رہی تھی۔ سیاسی رہنماؤں کے نت نئے بیانات اور بھانت بھانت کی بولیوں نے عوام کو سخت پریشان کر

رکھا تھا۔ اندریں صورت اگر انتخابات منعقد ہو بھی جاتے تو شر اور فساد کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوتا۔ رہی کسی مستحکم حکومت کے قیام کی بات، تو ہمارے خیال نو یہ ع

دماغِ بیہدہ پخت و خیالِ باطل بست

والی بات تھی۔

مختلف اور متضاد نظریات کے حامل سیاسی رہنماؤں کی یہ فوجِ ظفر موج جس قدر قوم میں انتشار برپا کر سکتی ہے، اس کے تصور سے ہی لرزہ کانپ اٹھتی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ دل خراش یہ حقیقت ہے کہ الیکشن کے دوران قومی سرمایہ کا ضیاع ملکی معیشت کی جڑیں ہلا دیتا ہے۔ غور فرمائیے، پچھلے دنوں بلدیاتی انتخابات ہوئے تو صرف لاہور کی ۱۰۰ نشستوں کے لیے ۴۷، ۱۹ درخواستیں موصول ہوئیں جن میں سے بالآخر ۱۶۰۰ امیدواروں نے حصہ لیا۔ ہر امیدوار نے کم از کم پچیس تیس ہزار روپے خرچ کیے ہیں۔ بلکہ رپورٹ ایسی بھی ملی ہے کہ کئی منچلوں نے ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ تک بھی خرچ کر ڈالا۔ اگر ہم احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ خرچ تیس ہزار روپے فی نمائندہ بھی شمار کریں تو یہ رقم ۳۰۰۰۰ × ۱۶۰۰ = چار کروڑ اسی ہزار روپے بنتی ہے۔ یہ تو قومی سرمایہ کا ضیاع ہوا۔ اسپورٹروں اور کارکنوں کے وقت کا ضیاع الگ اور دوسرے کئی قسم کے نقصانات مستزاد ہیں۔ اس حساب سے اگر پورے پاکستان کا تخمینہ لگایا جائے تو یہ نقصان اربوں تک جا پہنچتا ہے۔ یہ تو تھا بلدیاتی انتخابات کا قصہ۔ اس سے صوبائی اور قومی اسمبلیوں اور سینیٹ کے انتخابات میں ہونے والے ضیاع کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ذرا سوچیے، پاکستان جیسا غریب ملک جسے دنیا کے غریب ترین ملک میں شمار کیا جاتا ہے۔ بھلا ایسے معاشی نقصان کا متحمل ہو سکتا ہے؟

اس خطیر نقصان کی ایک بڑی وجہ سیاسی جماعتوں کی کثرت ہے۔ جو ہر نشست پر اپنا الگ نمائندہ کھڑا کرنے کی متمنی ہوتی ہیں۔

> قارئین صفحات کی ترتیب سے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ محرم اور صفر کا الگ الگ مکمل شمارہ بروقت ترتیب دیا گیا تھا لیکن سنسر کے بعد موجودہ شکل میں دونوں شمارے اکٹھے شائع کرنا ہماری مجبوری ہے
>
> دونوں شماروں کی اصل ضخامت ۵۶ + ۴۸ = ۱۰۴ صفحات تھی — والسلام (ادارہ)

ان "چھوٹے چھوٹے سیاسی رہنماؤں" کی ایک کثیر تعداد معرضِ وجود میں آ جاتی ہے اور یہ سب کے سب کاروبارِ مملکت میں اپنا "حصۂ رسدی" وصول کرنے اور اس سے زیادہ واضح الفاظ میں اپنا پیٹ بھرنے کے لیے تگ و دو میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک نمائندہ کے لیئے اس کے علاوہ کوئی شرط نہیں ہے کہ اس کا نام فہرست رائے دہندگان میں درج ہو اور اس کی عمر ۲۵ سال سے کم نہ ہو۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک چپڑاسی تک کے تقرر کے وقت تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی تعلیم کیا ہے؟ کچھ تجربہ ہے یا نہیں؟ دوسری اہلیتیں کیا کچھ ہیں؟ لیکن ایسے لوگوں کے لیئے، جو کاروبارِ حکومت میں شمولیت کے لیئے درخواستیں گزارتے ہیں ان کے لیے کوئی بھی پابندی نہیں ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ نمائندہ کے لیئے تو پھر عمر اور نام کے اندراج کی شرط ہے، کسی سیاسی جماعت کے لیئے اتنی پابندی بھی ہمارے ہاں موجود نہ تھی۔ لہٰذا جس کسی کے جی میں اقتدار کی ہوس گدگدی لینے لگتی وہ اپنی الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد چن لیتا۔ لہٰذا سیاسی جماعتوں کی روز افزوں تعداد پر کنٹرول کرنے کے لیئے ان پر کچھ پابندیاں عائد کرنا نہایت ضروری ہو گیا تھا۔ اور جب ان پر چند ایک پابندیاں عائد کر دی گئیں تو ہمارے رہنماؤں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا کر الٹا حکومت سے الجھنا شروع کر دیا۔ موجودہ حکومت نے اس سیاسی بحران کا بروقت اور صحیح ترین حل پیش کر کے قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور قوم نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا ہے کہ اب کچھ مدت کے لیئے ان سیاسی لیڈروں سے نجات مل گئی۔

سیاسی جماعتوں پر منجملہ دیگر پابندیوں کے ایک پابندی یہ تھی کہ وہ اپنا حساب کتاب حکومت کو پیش کریں کہ ایسی غدار جماعتیں جو بیرونی امداد کے سہارے عوام کے جان و مال سے کھیلتی اور ملک کو داؤ پر لگا دینے پر تلی ہوئی ہیں، منظرِ عام پر آسکیں۔ حقیقتاً یہ ایک بڑی اچھی بات تھی لیکن ہمارے ان سیاسی قائدین نے اس کی بھی مخالفت کر کے اپنے آپ کو عوام کی نگاہوں میں خود ہی مشکوک بنا لیا کیونکہ عوام تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ تمام سیاسی جماعتوں کا احتساب ہو تا کہ انہیں معلوم ہو سکے کہ ان کا اصل دشمن کون ہے۔ کہیں ہمارے یہ لیڈر ہی ہمارے اصلی دشمن تو نہیں جو آئے دن ہمیں اسلام کے نام پر استعمال کرتے اور کٹواتے، مرواتے ہیں اور خود دشمن کی کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں؟

پاکستان نظریاتی لحاظ سے ایک اسلامی مملکت ہے۔ آیئے اب دیکھیں کہ ایسی صورتِ حال میں اسلام ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نگاہ سے کسی معاشرہ کے صرف دو ہی فرقے یا پارٹیاں ہو سکتی ہیں۔ ایک وہ جو اللہ کی نازل کردہ شریعت پر ایمان رکھتی ہے اور اسے دستورِ حیات بنانا چاہتی ہے اور اس میں سرگرم عمل ہے قرآن کریم نے اس پارٹی کا نام "حزب اللہ" تجویز کیا ہے۔ "حزب" کا لفظ سیاسی پارٹی کے

لیے مخصوص ہے[1] قرآن کریم نے حزب اللہ کی یہ تعریف فرمائی ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

"اے پیغمبرؐ! آپ ایسی قوم (کوئی) بھی نہیں پائیں گے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان بھی رکھتی ہو پھر ایسے لوگوں سے دوستی بھی رکھے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں"

یعنی یہ اللہ کی پارٹی نہ تو لادین جماعتوں کے ساتھ الحاق کر سکتی ہے اور نہ اسلام کے علاوہ دوسرے نظریات و احکام کو قبول کر سکتی ہے۔ اس جماعت کی چند دوسری صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

"یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں۔ آگاہ رہو یہی اللہ کی جماعت فلاح پائے گی۔"

اس کے مقابل دوسری وہ پارٹی ہے جو اسلامی نظامِ حیات کو پسند نہیں کرتی خواہ وہ نام کی مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی دشمن اسلام یا دین بیزار جماعت کو قرآنِ کریم نے "حزب الشیطان" کا نام دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

"ان پر شیطان نے اپنی گرفت مضبوط کر رکھی ہے اور انہیں خدا کی یاد سے غافل کر رکھا ہے یہ لوگ "شیطان کی پارٹی" ہیں آگاہ رہو یہ شیطانی جماعت ہی گھاٹے میں رہے گی۔"

دیکھیے آیات بالا سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

(۱) حزب اللہ صرف ایک ہی پارٹی ہو سکتی ہے جبکہ حزب الشیطٰن بہت سی جماعتیں ہو سکتی ہیں کیونکہ حق کا یا سیدھا راستہ صرف ایک ہو سکتا ہے اور باطل کی راہیں لاتعداد ہو سکتی ہیں۔

(۲) اسلام کے خلاف باطل نظریات کی حامل پارٹیاں عموماً مشترکہ محاذ بنالیتی ہیں اور اس کے مٹانے کے درپے رہتی ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں بھی ہوا کہ جنگِ خندق کے موقعہ پر اسلام کے مخالف تمام قبائل چڑھ آئے تھے۔ قرآنِ کریم نے انہیں احزاب کے نام سے پکارا ہے اور علامہ اقبال نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے

[1] حزب کے لغوی معنی پارٹی، جتھا، گروہ اور ہتھیار، اور حازب بمعنی کسی پارٹی میں داخل ہونا، جتھا بننا، گروہ بننا۔ اور احزاب کے معنی وہ لوگ جن کے دل اور اعمال آپس میں مشابہت رکھتے ہوں اگرچہ وہ ایک جگہ نہ ہوں (منجد) امام راغب نے حزب کے معنی "ایسی جماعت جس میں سختی اور شدت پائی جاتی ہو" بیان کیے ہیں (مفردات)

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

۳۔ ایک اسلامی مملکت میں شیطانی جماعت کاروبارِ مملکت میں حصہ نہیں لے سکتی گویا اسلام یک جماعتی حکومت (ONE PARTY GOVERNMENT) کا حامی ہے۔ اس طرح سیاسی پارٹیوں کی از خود تحدید ہو جاتی ہے۔

اس بحث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلام اتحاد و یک جہتی کا قائل ہے۔ قرآنِ حکیم کا واضح حکم ہے:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا" (آل عمران)
(اے مسلمانو!) سب مل کر اللہ کی رسی (احکام شریعت) کو مضبوط تھامے رکھو اور فرقے فرقے نہ ہو جاؤ۔"

اس آیتِ جلیلہ کی رو سے اسلام میں سیاسی جماعتوں کی تشکیل بالکل ناجائز بلکہ حرام ہے۔ کیا اس حکم خداوندی کی رو سے یہ تمام سیاسی جماعتیں کالعدم قرار نہیں دی جا سکتیں؟

اسلام تفرقہ و انتشار کو شرک کے مترادف قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

"وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا"
"اور مشرکوں میں نہ ہونا (یعنی) ان لوگوں میں جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور خود فرقے فرقے ہو گئے۔"

فرقہ بازی کو شرک قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ کسی فرقہ کا وجود ہی اس صورت میں پیدا ہوتا ہے جب وہ اسلام کی عام تعلیمات سے ہٹ کر کچھ مخصوص نظریات کو اپنا لے یا رسول کے علاوہ کسی دوسرے کو بھی اپنا مقتدا تصور کرلے۔ اور اسی چیز کا نام شرک ہے پھر جس طرح مذہبی تفرقہ بازی ایک جرم عظیم ہے بعینہٖ سیاسی تفرقہ بازی بھی ایسا ہی جرم ہے کیونکہ اسلام میں سیاست بھی اسی کا ایک حصہ ہے جس کے لیے مکمل ضابطہ موجود ہے۔ نتیجہ کے لحاظ سے بھی دونوں قسم کی تفرقہ بازی قوم کو ایک ہی جیسے ناگفتہ بہ حالات سے دوچار کر دیتی ہے۔ لہٰذا اسلامی مملکت میں سیاسی پارٹیوں کی بہتات کی کوئی وجہ جواز نہیں۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ اسلامی نظریات کی حامل جماعتوں میں بھی ملک کے نظم و نسق چلانے اور اسلامی احکامات و نظریات کے نفاذ کے سلسلہ میں کچھ فروعی قسم کے اختلافات ہوں۔ تاہم یہ چند ایک ہی ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ ہر جماعت اپنے ان فروعات کو قرآن و سنت کے غیر متبدل قوانین سے بدلائل مستنبط کرنے کی پابند ہے۔ ان میں سے قرآن و سنت سے قریب تر نظریہ رکھنے والی جماعت کو انتخاب میں حصہ لینے کا زیادہ حقدار سمجھا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر جماعت اپنا منشور

پیش کرے اور آئندہ لائحہ عمل کے متعلق قرآن و سنت سے دلائل بھی بہم پہنچائے۔ ظاہر ہے کہ یہ پابندی گوارا کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں بریں سیاسی جماعتوں کی از خود ہی تحدید ہو جاتی ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں مغربی جمہوریت کی طرح انتخابات کسی معین عرصہ کے لیے منعقد نہیں کرائے جاتے۔ ان انتخابات سے صوبائی اور قومی اسمبلیاں اور سینیٹ وغیرہ وجود میں آتے ہیں جو ملک کے قانون ساز ادارے ہوتے ہیں۔ اسلام میں سرے سے مقننہ کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ ایسی مملکت کا قانون ساز خود اللہ تعالیٰ ہے حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قانون سازی کا اختیار نہ تھا اور یہی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا صحیح مفہوم ہے۔ اسلامی مملکت کا قانون پہلے سے ہی کتاب و سنت میں موجود ہے۔ رہے انتظامی قوانین اور دور حاضر کے تقاضوں کے متعلق جزوی قوانین، تو ان کے متعلق اسلام نے شورائی نظام تجویز کیا ہے۔ یہاں اسمبلیوں اور پارلیمانی نظام کی سرے سے گنجائش ہی نہیں تو پھر سیاسی جماعتوں کی ضرورت از خود ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کسی اسلامی مملکت میں مقننہ وجود میں آکر کوئی ایسا قانون بنا دیتی ہے جو قرآن و سنت سے متصادم ہو تو یہ کھلا ہوا شرک ہے۔

اور اس کا چوتھا پہلو یہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست کا سربراہ تاحین حیات سربراہ ہی رہتا ہے۔ تاآنکہ وہ فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں اسے رائے عامہ کی قوت سے معزول کیا جا سکتا ہے اور اگر یہ آئینی طریقہ استعمال نہ کیا جائے تو جب تک وہ قرآن و سنت کے مطابق حکومت کا کاروبار چلاتا ہے مسلمانوں پر اس کی اطاعت واجب و لازم ہے۔ مغربی جمہوریت میں منتخب شدہ اسمبلیوں کا ایک کام یہ بھی ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثریتی پارٹی اپنے میں سے "وزیر اعظم" کا انتخاب کرتی ہے ایک پارلیمانی نظام میں "وزیر اعظم" ہی ملک کا کرتا دھرتا ہوتا ہے اور عملاً اسی کا حکم چلتا ہے۔ لہٰذا اس نظام میں جملہ خدائی اختیارات وزیر اعظم کو حاصل ہوتے ہیں اور اس کا انتخاب ایک معینہ مدت کے بعد ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اسلامی ریاست کو جب ایسے "خدا" کی ضرورت ہی نہ ہو تو اس کو منتخب کرنے والی سیاسی جماعتوں کی ضرورت ہی کہاں باقی رہ جاتی ہے؟

اور اس بحث کا پانچواں پہلو یہ ہے کہ اسلام ہر ایسے نمائندہ پر جسے کاروبار مملکت میں شریک کرنا ہو یا مجلس شوریٰ کے لیے منتخب کرنا ہو چند کڑی شرائط عائد کر کے ان کی جانچ پڑتال کرتا ہے اسی طرح ووٹر یا رائے دہندگی کے لیے بھی چند خصوصیات مقرر کرتا ہے جن کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔ اور اسے ہم کسی دوسرے موقع پر پیش کر چکے ہیں ایسی پابندیاں بھی سیاسی جماعتوں کی وافر پیدائش پر

کنٹرول کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں۔

مندرجہ بالا تصریحات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کا سیاسی نظام اور جمہوری نظام آپس میں مخالف اور متضاد چیزیں ہیں۔ اسلام میں مغربی جمہوریت کی پیوندکاری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا یہاں کثیر سیاسی جماعتوں کا وجود ہی ناقابل برداشت ہونا ہے۔

(مولانا عبدالرحمان کیلانی)

شعر و ادب

غزل

اسرار احمد سہاروی

حسن کی جلوہ نمائی ہو تو دیوانے بہت !!
شمع روشن ہو تو جلنے کو ہیں پروانے بہت

درد کے گر قدرداں آئیں نظر کے سامنے
دل کی کیا کہیے کہ ہیں جانوں کے نذرانے بہت

قیس پر کیا منحصر ہے کوہکن ہے کیا ضرور
ذوق ہو دیوانگی کا اب بھی دیوانے بہت !

دل کی ویرانی کا قصہ مختصر یہ ہے کہ آج !!
دل زدہ ہیں شانہ و نادرہ اور فرزانے بہت

وہ رہے نا آشنائے غم اگرچہ ہر طرف
تھیں طرب گاہیں بہت کم اور غم خانے بہت

شوق کو مہمیز کیجیے بیدلی ہے سدِ راہ
دل ہو گر سود از دہ دنیا میں ویرانے بہت

بیدلی ہائے تمنا کا برا ہو ان دنوں
ہم کو یاد آیا کیے گم گشتہ افسانے بہت

ایک عالم پر ہجومِ یاس ہے چھایا ہوا
بستیاں آباد کم ہیں اور ویرانے بہت

غم کے ہاتھوں ان دنوں مایوس ہی ہونا پڑا
گرچہ دل کے مشورے ہر دور میں مانے بہت

ان کو سننے کے لیے کچھ حوصلہ بھی ہو اگر
زندگی میں درد فرسا غم کے افسانے بہت

کیا کریں اسرار ہیں مجبور بے حد ان دنوں
چھان مارے ہیں انہوں نے ورنہ ویرانے بہت